کتاب کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اہل السنہ اور مرجئہ آئمہ سلف کی نظر میں

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو عبداللہ طارق حفظہ اللہ

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ **ادارہ رد فتن**

فہرست ابواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین، اما بعد!

اوائل اسلام میں جب مختلف فتنوں نے سر اُٹھایا تو ائمہ اہل السنۃ کی طرف سے ان کی بھرپور علمی تردید کی گئی۔ ان میں سے 'مسئلۂ ایمان و کفر' میں ایک طرف خوارج و معتزلہ تھے تو دوسری انتہا پر مرجئہ و جہمیہ جمے ہوئے تھے۔ جبکہ اہل السنّۃ ان دو انتہاؤں کے وسط میں راہِ اعتدال پر قائم تھے اور آج بھی ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مرجئہ و جہمیہ کی طرف سے اہل السنۃ کو خارجی ہونے کا طعنہ دیا گیا اور خوارج و معتزلہ کی طرف سے اہل السنۃ کو مرجئہ ہونے کا الزام دیا گیا جبکہ ائمہ اہل السنۃ نے اِفراط و تفریط پر مبنی ان افکار و نظریات اور ان کے حاملین کا ردّ کرتے ہوئے ان سے ہمیشہ برأت کا اظہار کیا۔

اب ماضی قریب میں بعض عرب علاقوں میں خوارج و معتزلہ کے نظریات کے زیر اثر اور بعض مسلم حکام کے ظلم و ستم کے ردّ عمل میں تکفیری افکار اور تحریکوں نے سر اُٹھایا تو علمائے اہل السنّۃ نے اُن کا بھرپور تعاقب کیا۔ جس پر اِن تکفیری حضرات کی جانب سے اپنے بڑوں کی روش

پر اہل السنۃ والجماعہ اور سلفی نظریات کے حامل علماء کو مرجئۃ وجہمیہ کے القابات سے نوازا گیا اور ہمارے اس دور میں پاکستان میں بھی انہی نظریات کے زیر اثر یالا علمی کی بنا پر بعض حضرات ابو بصیر عبد المنعم طرطوسی[1] اور ابو عزیر عبد الالٰہ یوسف الجزائری جیسے حضرات کے انہی افکار و نظریات کو اُمت میں بیداری واِحیا کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔ پھر انہی افراد کی طرف سے شیخ ابن باز، شیخ محمد بن صالح عثیمین اور شیخ صالح فوزان وغیرہ جیسے علماء کو طرح طرح کے القاب والزامات سے نوازنے کے علاوہ شیخ البانی اور ان کے اصحاب کو مرجئۃ وجہمیہ کے طعنے بھی دیے جا رہے ہیں۔

زیر نظر مضمون میں اسی بات کو اقوالِ سلف سے واضح کیا گیا ہے کہ ایمان اور اِرجا کیا ہے اور مرجئۃ وجہمیہ کون ہیں؟ اور اہل السنّہ والجماعہ کو خارجی ومعتزلی نظریات کے حامل حضرات کی طرف سے جو مرجئۃ وجہمیہ ہونے کا طعنہ دیا جارہا ہے، وہ سراسر باطل ہے۔ اس سلسلے میں پہلے ہم ایمان اور اِرجا کے مفہوم سے موضوع کا آغاز کرتے ہیں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اسے میرے لئے توشہ آخرت بنادے۔ آمین!

خادم دین

ابو عبد اللہ طارق

1 جو بذاتِ خود طاغوتِ اعظم برطانیہ میں 'مستامن' کا حیلہ کرکے وہاں رہائش رکھے ہوئے ہیں۔

اہل السنہ والجماعہ کے ہاں ایمان کیا ہے؟

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين، اما بعد!

ائمۂ اہل سنت کے نزدیک 'عمل' ایمان کا جزء ہے، اور ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اِقرار اور عمل سے مرکب ہے، اور ایمان میں کمی و بیشی بھی ہوتی ہے۔ اکثر ائمۂ اسلاف ایمان کو 'قول و عمل' کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور قول سے ان کی مراد ہے:

قولِ قلب یعنی دل سے تصدیق اور قولِ لسان یعنی زبان سے اِقرار ...

اسی طرح عمل کی بھی دو قسمیں ہیں:

عملِ قلب اور عملِ جوارح[1]

- عقیدہ طحاویہ کے مشہور شارح امام ابن ابی العز حنفی راقم ہیں:

ولا خلاف بين أهل السنة والجماعة أن الله تعالىٰ أراد من العباد

1 الایمان از ابن تیمیہ:ص 137،149؛ کتاب الصلوٰۃ ازابن قیم :ص26؛ شرح العقیدہ الطحاویۃ از ابن ابی العز حنفی:ص333،341

القول والعمل وأعني بالقول: التصديق بالقلب والإقرار باللسان وهٰذا الذي يعنى به عند اطلاق قولهم: الإيمان قول و عمل۔[1]

”اہل سنت کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے قول و عمل کو چاہتے ہیں اور قول سے میری مراد ہے: دل سے تصدیق اور زبان سے اِقرار، اور ایمان قول و عمل پر مشتمل ہے۔“

- شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابوعبید قاسم بن سلام کے حوالہ سے اہل مکہ، اہل کوفہ، اہل بصرہ، اہل واسط اور اہل مشرق کی ایک بہت بڑی جماعت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قال أبوعبيد هٰؤلاء جميعًا يقولون: الإيمان قول و عمل يزيد و ينقص وهو قول أهل السنة والجماعة المعمول به عندنا[2]

”ابو عبید نے کہا کہ یہ سب (یہی) کہتے ہیں ایمان قول و عمل ہے۔ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے اور یہی اہل السنہ والجماعہ کا قول ہے جو کہ ہمارے ہاں معمول بہٖ ہے۔“

- ابویوسف یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں:

الإيمان عند أهل السنة والجماعة: الإخلاص لله بالقلوب والألسنة والجوارح وهو قول وعمل ويزيد وينقص، علىٰ ذلك وجدنا كل من أدركنا من عصرنا بمكة والمدينة والشام والبصرة

1 شرح العقيدة الطحاوية :ص333
2 الايمان :ص 243

والكوفة.[1]

''اہل سنت کے ہاں ایمان دلوں، زبانوں اور جوارح کے ساتھ اللہ کے لیے اِخلاص ہے اور یہ قول و عمل ہے، اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنے زمانہ میں مکہ، مدینہ، شام، بصرہ اور کوفہ میں سب کو اسی موقف پر پایا ہے۔''

- آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

أدركتُ أهل السنة والجماعة على ذلك[2]

''میں نے اہل سنت والجماعت کو اسی پر پایا ہے۔''

اور پھر آئمہ سلف، فقہائے کرام اور محدثین عظام میں سے بہت بڑی جماعت کے نام ذکر کرتے ہیں کہ یہ اسی مذہب کے قائل تھے۔

- مذاہب اور فرقوں کے موضوع پر لکھے جانے والے انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

أما أهل السنة والجماعة فإن الإيمان عندهم تصديق بالجنان وقول اللسان عمل بالأركان يزيد بالطاعة و ينقص بالمعاصي[3]

''اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور عمل بالارکان ہے، اس میں نیک اعمال سے اِضافہ ہوتا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے کمی۔''

---

1 شرح اُصول اعتقاد اہل السنة والجماعه: 2۔60

2 ایضاً:2۔56

3 الموسوعة الميسرة فی الاديان والمذاہب والاحزاب المعاصرة: 2۔154، 1۔44

صحابہ وتابعین عظام کی نظر میں ایمان

- امام بغوی فرماتے ہیں:

اتفقت الصحابة والتابعون فمن بعدهم من علماء السنة علىٰ أن الأعمال من الإيمان ... وقالوا إن الإيمان قول وعمل وعقيدة يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية.[1]

''صحابہ وتابعین اوران کے بعد علمائے سنت کااس بات پر اتفاق ہے کہ اعمال ایمان میں سے ہیں اور یہ کہ بلاشبہ ایمان قول و عمل اور عقیدہ ہے۔ نیکی سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نافرمانی سے کمی واقع ہوتی ہے۔''

- صحابہ کرام کے بارے میں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

والماثور عن الصحابة و أئمة الدين وجمهور السلف وهو مذهب أهل الحديث وهو المنسوب إلىٰ أهل السنة أن الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص، يزيد بالطاعة و ينقص بالمعصية وأنه

1 شرح السنة از بغوی:1۔78

يجوز الاستثناء فيه[1]

''صحابہ، ائمہ دین اور جمہور سلف سے منقول، اور یہی اہل حدیث کا مذہب ہے، اور اہل السنہ کی طرف اسی کی نسبت ہے کہ ایمان قول و عمل ہے، اس میں کمی و بیشی واقع ہوتی ہے۔ نیکی سے ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور معصیت سے کم اور بلاشبہ ایمان میں استثناء جائز ہے۔''

- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

فذهب السلف إلىٰ أن الإيمان يزيد وينقص وأنكر ذلك أكثر المتكلمين[2]

''سلف صالحین کے ہاں ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے اور (سلف کے اس موقف کو ماننے سے) اکثر متکلمین نے انکار کیا ہے۔''

- صحابی رسول عبداللہ بن مسعودؓ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم زدنا إيمانًا ويقينًا وفقهًا[3]

''اے اللہ ہمارے ایمان، یقین اور دین کی سمجھ میں اضافہ فرما۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

إسناده صحيح وهٰذا أصرح في المقصود [1]

---

1 مجموع الفتاویٰ از ابن تیمیہ : 7۔505

2 فتح الباری:1۔64

3 شرح أصول اعتقاد اہل السنة والجماعة:2۔45؛الایمان:ص177، السنة لعبد الله بن احمد :ص 109 الرقم 797؛ الشریعہ: ص109

''اس (اثر) کی سند صحیح ہے اور یہ مقصود (یعنی ایمان میں کمی و بیشی ہونے) میں واضح ترین ہے۔''

- صحابی رسول جندبؓ فرماتے ہیں:

ہم طاقتور نوجوان نبی ﷺ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ فتعلّمنا الإيمان قبل أن نتعلّم القرآن ثم تعلّمنا القرآن بعد فَازْدَدْنَا إيمانًا[2]

''ہم نے قرآن سیکھنے سے پہلے ایمان کو سیکھا پھر اس کے بعد ہم نے قرآن کو سیکھا تو ہمارے ایمان میں اِضافہ ہو گیا۔''

- خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز نے اپنے عامل عدی بن عدی کو خط لکھا:

إن للإيمان فرائض وشرائع وحدودًا وسننًا فمن استكملها استكمل الإيمان ومن لم يستكملها لم يستكمل الإيمان[3]

''یقیناً ایمان کے لیے فرائض و شرائع اور حدود و سنن ہیں، جس نے ان کو پورا کیا اس نے ایمان کو مکمل کر لیا اور جس نے اُنکو پورا نہیں کیا اس نے ایمان کو مکمل نہیں کیا۔''

- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

والغرض من هذا الأثر أن عمر بن عبد العزيز كان ممن يقول بأن الإيمان يزيد و ينقص حيث قال استكمل ولم يستكمل

''اس اثر سے مقصود یہ ہے کہ بلا شبہ عمر بن عبد العزیز ان لوگوں میں سے تھے جن کے

---

1 فتح الباری:1۔66

2 السنة لابن احمد ص109 الرقم799، الایمان لابن تیمیہ ص178، شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة45/2 از لالکائی

3 صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی بنی الاسلام علی خمس تعلیقاً؛ شرح السنة از بغوی:1۔79، ابن ابی شیبة الرقم30435

نزدیک ایمان میں کمی اور زیادتی واقع ہوتی ہے جیسا کہ ان کا فرمان ہے کہ اس نے (اپنے ایمان کو) مکمل کر لیا اور (جس نے عمل نہیں کیا) اس نے اپنے ایمان کو مکمل نہیں کیا۔"[1]

ائمہ فقہاے محدثین کی نظر میں ایمان

- امام ابن أبي العز حنفی فرماتے ہیں:

فذهب مالك والشافعي والأوزاعي وإسحٰق بن راهويه وسائر أهل الحديث وأهل المدينة رحمهم الله وأهل الظاهر وجماعة من المتكلمين إليٰ أنه تصديق بالجنان وإقرار باللسان وعمل بالأركان[2]

"امام مالک، شافعی، اوزاعی، اسحٰق بن راہویہ، تمام اہل الحدیث، اہل مدینہ، اہل ظاہر اور متکلمین کی ایک جماعت کے ہاں ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور عمل بالارکان ہے۔"

- امام عبدالرزاق فرماتے ہیں:

كان معمر وابن جريج والثورى ومالك وابن عيينة يقولون: الإيمان قول وعمل يزيد وينقص وأنا أقول: ذلك الإيمان قول وعمل يزيد وينقص وإن خالفتُهم فقد ضللت إذًا وما أنا من

1 فتح الباری:1۔66

2 شرح العقیده الطحاویه: ص 332

المهتدين[1]

""معمر، ابن جریج، ثوری، مالک اور ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل ہے۔ اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ایمان قول و عمل ہے۔ اس میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور اگر میں نے ان (أئمہ وفقہا) کی مخالفت کی تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں ہوں گا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وهؤلاء فقهاء الأمصار في عصرهم

"یہ لوگ اپنے زمانے میں شہروں کے فقہا تھے۔"[2]

مسئلہ ایمان کی ماہیت میں یہی موقف امام مالک[3]، امام شافعی[4]، امام احمد بن حنبل[5] اور آئمہ ثلاثہ سے شرح العقیدہ الطحاویہ[6] میں، اور امام عبداللہ بن مبارک[7]، امام وکیع اور امام ثوری[8] سے منقول ہے۔ تفصیل کے لئے محولہ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

- امام بخاری صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں:

1 الشريعه از آجری :ص113 ، التمهيد لابن عبدالبر165/4؛ السنه از عبدالله بن احمد :ص 97 رقم 726،واللفظ له
2 فتح الباری :1؍65
3 الشريعه: ص113
4 فتح الباری: 1؍65
5 الشريعه: صفحه 113
6 صفحه333
7 السنة از عبدالله بن احمد :ص 85
8 السنة از عبدالله بن احمد : ص 82، شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعه : 2؍59

وهو قول وعمل ويزيد وينقص[1]

''اور ایمان قول و عمل ہے، اس میں کمی و زیادتی ہوتی ہے۔''

اور پھر اس پر بطورِ دلیل بکثرت قرآنی آیات ذکر فرماتے ہیں۔ اور آخر میں ذکر فرماتے ہیں:

والحب في الله والبغض في الله[2]

''محبت بھی اللہ کی خاطر اور بغض بھی اللہ کی خاطر''

اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

واستدل بذلك علىٰ أن الايمان يزيد وينقص لأن الحب والبغض يتفاوتان[3]

''امام بخاری نے اس سے اس بات پر اِستدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے کیونکہ محبت اور بغض میں (مقدار کے لحاظ سے) کمی و بیشی ہوتی ہے۔''

نیز فرماتے ہیں:

روىٰ اللالكائي بسند صحيح عن البخارى قال: لقيتُ أكثر من ألف رجل من العلماء بالأمصار فما رأيت أحدًا يختلف في أن الإيمان قول وعمل ويزيد وينقص[4]

''الالکائی نے بسند صحیح امام بخاری سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے

1 صحیح البخاری :1۔5 درسی
2 ایضاً
3 فتح الباری :1۔65
4 فتح الباری:1۔65

(مختلف) شہروں میں ایک ہزار سے زائد علماے زمانہ سے ملاقات کی ہے۔ان میں سے کوئی بھی ایمان کے قول و عمل ہونے اوراس کے کم وزیادہ ہونے میں اختلاف نہیں کرتا تھا۔"

- سہل بن المتوکل شیبانی فرماتے ہیں:

أدركت ألف أستاذ وأكثر كلّهم يقولون: الإيمان قول وعمل يزيد وينقص والقرآن كلام الله غير مخلوق وكتبتُ عنهم[1]

"میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ کو پایا ہے،وہ سب یہی کہتے تھے کہ ایمان قول و عمل ہے۔اس میں کمی بیشی ہوتی ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے اور میں نے ان سے لکھا بھی ہے۔"

- امام سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا:

الإيمان يزيد وينقص؟

"کیا ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے؟"

تو اُنہوں نے جواب دیا:

کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا) [2]

"اِس نے ان کے ایمان میں اِضافہ کردیا۔"

---

1 شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة:2۔61

2 آل عمران:173

قيل ينقص؟ قال ليس شيء يزيد إلا وهو ينقص[1]

”پھر آپ سے پوچھا گیا: کیا ایمان کم بھی ہوتا ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا: کہ جس چیز میں زیادتی واقع ہوتی ہے، لا محالہ اس میں کمی بھی واقع ہوتی ہے۔“

- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وبثبوتها يثبت المقابل فإن كل قابل للزيادة قابل للنقصان ضرورة[2]

”(ایمان میں زیادتی) کے ثبوت کے بعد اس کے مد مقابل (یعنی ایمان کا کم ہونا) بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ بلا شبہ ہر زیادتی کو قبول کرنے والی چیز لا محالہ کمی کو بھی قبول کرنے والی ہے۔“

- امام اوزاعی کے بارے میں عقبہ بن علقمہ فرماتے ہیں:

سألت الأوزاعي عن الإيمان أيزيد؟ قال: نعم حتى يكون كالجبال، قلت فينقص؟ قال: نعم حتى لا يبقى منه شيء[3]

”میں نے امام اوزاعی سے سوال کیا کہ کیا ایمان زیادہ ہوتا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں، حتیٰ کہ پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا ایمان کم ہوتا ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں، حتیٰ کہ (کم ہوتے ہوتے بالآخر) کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔“

- شیخ محی الدین کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی راقم ہیں:

1 الشریعه از آجری :ص 112
2 فتح الباری :1۔65
3 شرح أُصول اعتقاد اہل السنة والجماعة : 2۔57

قال الشيخ: والأظهر المختار أن التصديق يزيد وينقص بكثرة النظر ووضوح الأدلة ولهٰذا إيمان الصديق أقوٰى من إيمان غيره بحيث لا يعتريه الشبهة ويؤيده أن كل أحد يعلم أن ما في قلبه يتفاضل حتى أنه يكون في بعض الاحيان أعظم يقينًا وإخلاصًا وتوكلًا منه في بعضها وكذلك في التصديق والمعرفة بحسب ظهور البراهين وكثرتها، وقد نقل محمد بن نصر المروزى في كتابه تعظيم قدر الصلاة عن جماعة من الأئمة نحو ذلك[1]

شیخ (محی الدین) فرماتے ہیں:

''ظاہر و مختار یہی ہے کہ کثرتِ غور و فکر اور دلائل کے واضح ہونے کے سبب سے تصدیق میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ اسی لیے صدیق اکبر کا ایمان سب سے زیادہ مضبوط تھا اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ بلاشبہ اس کے دل میں جو (ایمان) ہے، وہ زیادہ ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات یقین و اخلاص اور توکل میں بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے بہ نسبت دوسرے اوقات کے۔ اور دلائل کے ظہور و کثرت کے حساب سے تصدیق و معرفت بھی ایسے ہی ہے اور امام محمد بن نصر مروزی نے (بھی) اپنی کتاب ''تعظیم قدر الصلاۃ'' میں أئمہ کی جماعت سے اسی کی مثل ہی نقل کیا ہے۔''

- محدث العصر شیخ محمد ناصر الدین البانی بھی مسئلۂ ایمان میں سلف کے متبع اور اہل سنت کے ترجمان تھے، فرماتے ہیں:

الإيمان يزيد وينقص[2]

''ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے۔''

1 فتح الباری:1۔64

2 السلسلة الصحيحةاز البانى :4۔369، موسوعة الالبانى:4۔99

الغرض ائمہ فقہاو محدثین کی مذکورہ بالا تصریحات اس باب میں واضح ہیں کہ ''اہل السنۃ والجماعۃ: سلف صالحین کے نزدیک عمل ایمان کا حصہ ہے اور ایمان میں کمی وبیشی واقع ہوتی ہے۔''

ارجاء

- شیخ محمد بن عبدالکریم شہرستانی راقم ہیں:

والإرجاء علیٰ معينين: أحدهما: التاخير كما في قوله تعالىٰ (قَالُوْا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ)[1] أى أمهله. والثاني: إعطاء الرجاء... أما اطلاق اسم المرجئة على الجماعة بالمعنى الأول فصحيح لأنهم كانوا يؤخرون العمل عن النية والإعتقاد. وأما بالمعنى الثاني فظاهر، فإنهم كانوا يقولون: لا يضرمع الإيمان معصية، كما لا ينفع مع الكفر طاعة[2]

''إرجاء کے دو معنی ہیں:

پہلے معنی ہیں تاخیر (مؤخر کرنے) کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(قَالُوْا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ) [3]

یعنی فرعون کے درباریوں نے کہا: موسیٰ اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور ان کے

1 الشعراء :36

2 الملل والنحل از شہر ستانی :1۔ 186

3 سورۃ الاعراف:111

معاملہ کوملتوی کر۔''

یہاں إرجاء کے معنی ہیں 'أمهله' اسے مہلت دے اور 'أخره' اسے مؤخر کر۔

(إرجاء کے) دوسرے معنی ہیں: ''اُمید دلانا''...

رہا اس فرقہ پر 'المرجئہ' کے نام کا اطلاق تو پہلے معنی کے لحاظ سے یہ صحیح ہے کیونکہ یہ لوگ عمل کو نیت اور اعتقاد سے مؤخر کرتے تھے۔ رہا دوسرے معنی کے اعتبار سے (اس فرقہ کی وجہ تسمیہ) تو یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ یہ لوگ (خصوصاً جہمیہ) کہتے تھے کہ ایمان کے ساتھ کوئی معصیت نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ کفر کے ساتھ کوئی نیکی مفید نہیں۔''

- حافظ ابن حجر عسقلانی راقم ہیں:

والمرجئة نُسبوا إلیٰ الأرجاء وهو التاخير لأنهم أخَّروا الأعمال عن الإيمان فقالوا: الإيمان هو التصديق بالقلب فقط، ولم يشترط جمهورهم النطق، وجعلوا للعصاة اسم الإيمان علیٰ الكمال وقالوا: لا يضر مع الإيمان ذنب أصلًا[1]

''إرجاء (کے معنی) مؤخر کرنا ہے اور مرجئہ کی نسبت 'اِرجا' کی طرف کی گئی ہے کیونکہ یہ لوگ اعمال کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں (یعنی اعمال کو ایمان کا جز قرار نہیں دیتے) اُنہوں نے کہا کہ ایمان صرف دل سے تصدیق (کا نام) ہے اور ان کے جمہور نے

1 فتح الباری:1۔147

تو (ایمان کے لیے) زبان سے اقرار کو بھی شرط قرار نہیں دیا اور اُنہوں نے گنہگاروں کو مؤمن کامل قرار دیا ہے اور یہ (خصوصاً جہمیہ) کہتے ہیں کہ ایمان کی موجودگی میں گناہ نقصان نہیں پہنچاتا۔"

- امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ فرماتے ہیں:

سئل أبي عن الإرجاء فقال: الإيمان قول وعمل ويزيد و ينقص إذا زنى و شرب الخمر نقص إيمانُه[1]

"میرے باپ (امام احمد) سے إرجاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ایمان قول و عمل ہے اور کم و زیادہ ہوتا ہے جب (کوئی مؤمن) زنا کرے، شراب پی لے تو اس کا ایمان کم ہو جاتا ہے۔"

- ابو وائل کے بارے میں زبید فرماتے ہیں:

میں نے ابو وائل سے مرجئہ کے بارے میں سوال کیا، تو اُنہوں نے کہا کہ عبداللہ (ابن مسعودؓ) نے مجھے حدیث بیان کی کہ بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[سباب المسلم فسوق وقتاله كفر][2]

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس سے قتال کفر ہے۔"

امام احمد سے إرجاء اور ابو وائل سے مرجئہ کے بارے میں سوال ہوا، تو ان دونوں کے جواب سے

---

1 السنة از ابن احمد : 81، دوسرا نسخہ :1۔307، شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة:2۔59

2 صحیح البخاری:48

یہ بات واضح ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے اور اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ گناہ سے ایمان میں نقص واقع ہوتا ہے اور یہ ایمان کو نقصان پہنچاتا ہے جبکہ مرجئۃ کا کوئی بھی گروہ اس کا قائل نہیں اور یہ إرجاء ہے۔

- صالح بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

أنه سأل أباه عن من لایرٰی الإیمان قول وعمل قال: هؤلاء المرجئة[1]

"بلاشبہ اُنہوں نے اپنے باپ سے ایسے لوگوں کے بارے میں سوال کیا جن کے نزدیک ایمان قول و عمل نہیں ہے تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ مرجئۃ ہیں۔"

وسئل أبوعبد الله وأنا أسمع عن الإرجاء ما هو؟ قال من قال: الإيمان قول فهو مرجئ. والسنة أن تقول الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص[2]

"(راوی ابوالحارث کہتے ہیں) میں سن رہا تھا کہ ابو عبداللہ (امام احمد) سے سوال کیا گیا کہ ارجا کیا ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ جس نے کہا کہ ایمان قول ہے پس وہ مرجئۃ ہے۔ (سلف کا) طریقہ یہ ہے کہ تو کہے کہ ایمان قول و عمل ہے، کم اور زیادہ ہوتا ہے۔"

- امام وکیع فرماتے ہیں:

أهل السنة يقولون: الإيمان قول وعمل والمرجئة يقولون:

1 السنة از خلال : 2۔566

2 السنة از خلال : 2۔566، رقم: 964

الإيمان قول والجهمية يقولون: الإيمان معرفة[1]

”اہل سنت کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل ہے اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے اور جہمیہ کہتے ہیں کہ ایمان معرفت ہیں۔“

- امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

خالفنا المرجئة في ثلاث. نحن نقول الإيمان قول وعمل وهم يقولون: الإيمان قول بلاعمل، ونحن نقول: يزيد وينقص وهم يقولون: لا يزيد ولا ينقص، ونحن نقول: نحن مؤمنون بالإقرار وهم يقولون: نحن مؤمنون عند الله[2]

”مرجئہ نے تین چیزوں میں ہماری مخالفت کی ہے، ہم کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل ہے جبکہ مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے عمل کے بغیر،اور ہم کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے جبکہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان نہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ،اور ہم کہتے ہیں کہ ہم اقرار کے ساتھ مؤمن ہیں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہاں مؤمن ہیں۔“

1 الشریعہ از آجری صفحہ 137
2 شرح السنۃ از بغوی:1۔80، حلیۃ الاولیاء:7۔29

خلاصۂ کلام

سلف کے نزدیک عمل ایمان کا جزاور اس میں شامل ہے، لیکن مرجئۃ کے نزدیک عمل ایمان کا جزاوراس میں شامل نہیں ہے۔ سلف کے نزدیک ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے جبکہ مرجئۃ کے نزدیک ایمان کم اور زیادہ نہیں ہوتا۔اہل السنہ والجماعہ اور مرجئۃ کے درمیان پائے جانے والے اس اختلاف کو بڑے واضح الفاظ میں شیخ البانی بیان فرماتے ہیں:

الخلاف جذري بين أهل السنة حقًا و بين المرجئة حقًا من ناحيتين اثنتين: أن أهل السنة يعتقدون أن الأعمال الصالحة من الإيمان وأما المرجئة فلا يعتقدون ذلك ويصرحون بأن الإيمان هو إقرار باللسان وتصديق بالجنان وهو القلب، أما الأعمال الصالحة فليست من الإيمان وبذلك يردون نصوصًا كثيرة لا حاجة بنا إلىٰ ذكر شيء منها علىٰ الأقل إلا إذا اضطرنا.
هٰذا هي النقطة الأولىٰ التى يخالف المرجئة فيها أهل السنة حقًا، النقطة الثانية وهي تتفرع من النقطة الأولىٰ وهى: أن أهل السنة

يقولون: الإيمان يزيد وينقص، زيادته بالطاعة، ونقصانه بالمعصية، والمرجئة ينكرون هذه الحقيقةالشرعية ويقولون: بأن الإيمان لا يزيد ولاينقص[1]

''خالص اہل السنہ اور خالص مرجئہ کے مابین بنیادی اختلاف دو اعتبار سے ہے: بلاشبہ اہل سنت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بے شک نیک اعمال ایمان میں سے ہیں،اور رہے مرجئہ تو وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے اور صراحتاً یہ کہتے ہیں کہ ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق ہی ہے۔رہے اعمالِ صالحہ تو وہ ایمان میں سے نہیں ہیں اور اس بنا پر وہ بہت زیادہ نصوص کو بھی ردّ کر دیتے ہیں ہمیں اس میں سے تھوڑی بہت بھی بیان کرنے کی ضرورت نہیں الا یہ کہ جب بہت ضروری ہو جائے۔

یہ ہے وہ پہلا نکتہ جس میں مرجئہ نے خالص اہل السنہ کی مخالفت کی ہے،اور دوسرا نکتہ جو کہ پہلے نکتے سے ہی نکلتا ہے، یہ کہ بلاشبہ اہل سنت کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے،اس کا زیادہ ہونا نیکی کے سبب سے ہے اور کم ہونا معصیت کی وجہ سے ہے،اور مرجئہ اس شرعی حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم۔''

1 موسوعة الألبانی:4۔153،152

مرجئہ کی اقسام

اہل السنۃ کے نزدیک مسئلہ ایمان میں مرجئہ کی چار اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ مذاہب و ادیان کے انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

فمنهم من يقول: إن الإيمان قول باللسان وتصديق بالقلب فقط وبعضهم يقصره على قول اللسان والبعض الآخر يكتفي في تعريفه بأنه التصديق وغالى آخرون منهم فقالوا: إنه المعرفة [1]

''ان مرجئہ میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق ہے اور بعض کے نزدیک ایمان صرف زبان سے اقرار ہے اور بعض دوسرے ایمان کی تعریف میں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ تصدیق ہے اور کچھ دوسروں نے غلو کرتے ہوئے کہا کہ ایمان (صرف) معرفت ہے۔''

1 الموسوعة الميسرة:2۔1153

مرجئہ فقہاء:

اسی انسائیکلوپیڈیا میں مزید رقم ہے:

من قال إن الإيمان تصديق القلب وقول اللسان وهم مرجئة الفقهاء

”جو کہتے ہیں کہ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے، وہ مرجئہ فقہا ہیں۔“ نیز

أخرجوا الأعمال من مسمى الإيمان مما نشأ عندهم عدم القول بالزيادة والنقصان وعدم الإستثناء في الإيمان مع اعتبار الأوائل منهم لأهمية الأعمال حيث عدوها من لوازم الإيمان و رتبوا على الإخلال بها الوعيد وعلى العمل بها الزيادة في الثواب... بالجملة فإن هذا النوع هو أخف أنواع الإرجاء[1]

”اُنہوں نے اعمال کو مسمی ایمان سے خارج کر دیا جس سے ان کے ہاں ایمان میں کمی و بیشی نہ ہونے اور عدمِ استثناء کا قول وجود میں آیا، اس کے باوجود ان میں سے متقدمین نے اعمال کو لوازمِ ایمان میں شمار کر کے اور عمل نہ کرنے والے پر وعید اور عمل کرنے پر ثواب میں زیادتی کو مرتب کر کے اعمال کی اہمیت کا اعتبار کیا ہے پس یہ اِرجا کی سب سے ہلکی قسم ہے۔“

یعنی ان کے نزدیک اعمال ثمرۂ ایمان اور اس کا مقتضٰی ہیں، جز نہیں۔[2]

---

1 ایضاً

2 الایمان لابن تیمیه :ص 162؛ شرح العقيدة الطحاوية از مفتی احسان الله شائق :

والمرجئة الذين قالوا: الإيمان تصديق القلب وقول اللسان والأعمال ليست منه كان منهم طائفة من فقهاء الكوفة وعبادها ولم يكن قولهم مثل قول جهم[1]

''وہ مرجئہ جنہوں نے کہا کہ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے اور اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں، ان میں کوفہ کے فقہا و عبّاد کا ایک گروہ بھی ہے اور ان کا (یہ) قول جہم کے قول جیسا نہیں ہے۔''

ان کے نزدیک ایمان شے واحد ہے اور اصل ایمان میں تمام مؤمن برابر ہیں۔''[2]

مزید فرماتے ہیں:

وكان أكثرهم من أهل الكوفة ولم يكن أصحاب عبد الله من المرجئة ولا إبراهيم النخعي وأمثاله. فصاروا نقيض الخوارج والمعتزلة، فقالوا: إن الأعمال ليست من الإيمان وكانت هذه البدعة أخف البدع، ولم أعلم أحدًا منهم نطق بتكفيرهم بل هم متفقون علىٰ أنهم لا يكفرون في ذلك وقد نص أحمد وغيره من الأئمة علىٰ عدم تكفير هؤلاء المرجئة[3]

ص 144 ، طبع دار الاشاعت کراچی

1 الایمان لابن تیمیه: ص 154

2 عقیده طحاویه مع الشرح لابن ابی العز الحنفی:ص538

3 مجموع الفتاویٰ:7، 507

''اوران کی اکثریت اہل کوفہ میں سے تھی البتہ عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرداورابراہیم نخعی اور ان جیسے لوگ مرجئہ میں سے نہیں تھے۔ اور یہ مرجئہ خوارج اور معتزلہ کی نقیض تھے۔ انہوں نے کہا کہ اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں اور یہ بدعت (مرجئہ کی) بدعتوں میں سے سب سے زیادہ ہلکی ہے (سلف اور ائمہ نے ان پر سخت نکیر و تغلیظ کی ہے) البتہ میں کسی کو نہیں جانتا جس نے ان کی تکفیر کی ہو بلکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ (مسئلہ ایمان میں) ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ان مرجئہ کی عدم تکفیر پر امام احمد وغیرہ ائمہ سے نص ہے۔''

جہمیہ:

ایمان کی تعریف اور مفہوم و مراد کے لحاظ سے ایک گروہ جہمیہ کا ہے۔ یہ لوگ جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں جو 128ھ میں قتل ہوا، اسے مسلم بن احوز مازنی نے 'مرو' کے مقام پر قتل کرا دیا تھا۔

الموسوعۃ المیسرۃ میں ہے:

من غالي منهم وقال إنه المعرفة وهو قول الجهم بن صفوان ومن وافقه. ويلزم من قولهم هٰذا أن ابليس وفرعون لعنهما الله تعالىٰ كانا مؤمنين كاملى الإيمان وأن معنى الكفر عندهم هو الجهل

بالرب تعالیٰ فقط وهذا النوع أشد أنواع الإرجاء و أخطرها[1]

"اُن میں سے کچھ نے غلو اختیار کیا اور کہا کہ ایمان معرفت ہے اور یہ جہم بن صفوان اور اس کے موافق لوگوں کا قول ہے اور ان کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ ابلیس اور فرعون (ان پر اللہ کی لعنت ہو) مومن، کامل ایمان والے تھے، اور ان کے نزدیک کفر صرف ربّ تعالیٰ سے جہالت کا نام ہے اور یہ قسم اِرجا کی قسموں میں سے سب سے زیادہ سخت اور خطرناک ترین ہے۔"

امام ابن تیمیہ ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعند الجهمية إذا كان العلم في قلبه فهو مؤمن كامل الإيمان إيمانه كإيمان النبيين ولوقال وعمل ماذا [2]

" جہمیہ کے نزدیک جب دل میں (ربّ کے متعلق) علم ہے تو وہ کامل ایمان والا مؤمن ہے۔ اس کا ایمان نبیوں کے ایمان کی طرح ہے اگرچہ وہ کچھ بھی کہے اور کرے۔"

ان کے نزدیک عمل قلب بھی ایمان میں شامل نہیں ہے۔

ایک اور جگہ آپ لکھتے ہیں:

ومنهم من لا يدخلها في الإيمان كجهم ومن اتبعه كالصالحی[3]

"عمل قلب کو ایمان میں داخل نہ کرنے والوں میں جہم اور اس کے پیروکار صالحہ وغیرہ

1 الموسوعة الميسرة:2،1154
2 مجموع الفتاویٰ:7،143
3 الایمان لابن تیمیہ:ص 155

ہیں۔"

اور ایک جگہ مزید فرماتے ہیں:

"اور ان کے نزدیک ایمان شے واحد دل میں ہے۔"[1]

مزید فرماتے ہیں:

الإيمان مجرد معرفة القلب وإن لم يقر بلسانه واشتد نكيرهم لذلك حتى أطلق وكيع بن الجراح وأحمد بن حنبل وغيرهما كفر من قال ذلك فإنه من أقوال الجهمية[2]

(ایک قول یہ ہے کہ)"ایمان صرف معرفتِ قلب ہے اگرچہ زبان سے اقرار نہ بھی کرے۔(ائمہ سلف نے) بڑی شدت سے ان کی تردید کی ہے حتیٰ کہ وکیع بن جراح اور احمد بن حنبل نے ایسے لوگوں پر کفر کا اطلاق کیا ہے اور بلا شبہ یہ جہمیہ کے اقوال میں سے ہے۔"

ان کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:

نظرت فی كلام اليهود والنصارىٰ والمجوس فما رأيت قومًا أضل في كفرهم من الجهمية وإني لأستجهل من لا يكفرهم إلا من يعرف كفرهم وقال: ما أبالي صليت خلف الجهمى والرافضى أم صليت

1 الایمان لابن تیمیه :ص 308

2 مجموع الفتاویٰ:7۔508

خلف الیھود والنصاریٰ[1]

"میں نے یہود و نصاریٰ اور مجوس کے کلام میں غور و فکر کیا ہے پس میں نے کسی ایسی قوم کو نہیں دیکھا جو اپنے کفر میں جہمیہ سے بڑھ کر گمراہ ہو اور جو ان کی تکفیر نہیں کرتا میں اس کو جاہل سمجھتا ہوں سوائے اس کے، جسے ان کے کفر کا علم ہی نہ ہو، اور (مزید) فرماتے ہیں: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں جہمی اور رافضی کے پیچھے نماز پڑھ لوں یا یہودی اور عیسائی کے پیچھے۔"

کرامیہ:

یہ لوگ ابو عبداللہ محمد بن کرام المتوفی 255ھ کے پیروکار ہیں۔

ابوالفتح محمد عبدالکریم بن ابی بکر احمد شہرستانی راقم ہیں:

وقالوا: الإیمان ھو الإقرار باللسان فقط دون التصدیق ودون سائر الأعمال[2]

"اور انہوں (کرامیہ) نے کہا کہ: ایمان دل سے تصدیق کرنے اور تمام اعمال کے بجائے صرف زبان سے اقرار کا نام ہے۔"

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

1 شرح السنة للبغوی:1۔194،195؛ خلق افعال العباد: رقم 31، 51
2 الملل والنحل:1۔104

”ان کے نزدیک ایمان شے واحد ہے۔[1] “

ان کے نزدیک منافق بھی باعتبار دنیا مؤمن ہے بلکہ کامل مؤمن ہے، البتہ وہ آخرت میں عذابِ ابدی کا مستحق ہے۔ چنانچہ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے:

فالمنافقون عندهم مؤمنون كاملوا الإيمان[2]

”پس منافقین ان کے نزدیک مؤمن، کامل ایمان والے ہیں۔“

ماتریدیہ

اَبو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی کی طرف منسوب ایک کلامی فرقہ ہے۔ شارح عقیدہ طحاویہ امام ابن ابی العز حنفی راقم ہیں:

أوالتصديق كما قاله أبومنصور الماتريدى[3]

”یا (ایمان صرف) تصدیق ہے جیسا کہ ابو منصور ماتریدی کا قول ہے۔“

مزید فرماتے ہیں:

ومنهم من يقول إن الإقرار باللسان ركن زائد ليس بأصلي وإلیٰ هذا ذهب أبومنصور الماتريدى [4]

---

1 الايمان لابن تيميه:ص 155، 308

2 شرح العقيدة الطحاوية :ص 332، الموسوعه الميسرة 2۔1154، مجموع الفتاوىٰ : 13۔56

3 شرح العقيده الطحاوية لابن ابى العز الحنفى :ص 333

4 شرح العقيده لا ابن ابى العز الحنفى :ص 332؛ شرح عقيد الطحاوية از مفتى احسان الله شائق :140

"اور ان میں سے کچھ نے کہا کہ زبان سے اقرار (ایمان کے لیے) رکن زائد ہے، اصلی نہیں ہے اور ابو منصور ماتریدی اسی کے قائل ہیں۔"

موسوعہ المذاہب میں ہے:

ومن قال: إن الإيمان هوالتصديق هو أبومنصور الماتريدى ومن وافقه من الأشاعرة [1]

"جس نے کہا کہ ایمان (صرف) تصدیق ہے ابو منصور ماتریدی ہے اور اشاعرہ میں سے وہ (لوگ ہیں اس مسئلہ میں) جو اس کے موافق ہیں۔"

شارح عقائد نفسیہ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هذا الذي ذكره من أن الإيمان هو التصديق والإقرار مذهب بعض العلماء، وهو اختيار الإمام شمس الأئمة و فخر الإسلام رحمهما الله وذهب جمهور المحققين إلىٰ أنه التصديق بالقلب وإنما الإقرار شرط لإجراء الأحكام في الدنيا[2]

"یہ جو (مصنف نے) ذکر کیا کہ ایمان تصدیق اور اقرار ہے۔ (یہ) بعض علما کا مذہب ہے، اِمام شمس الائمہ اور فخر الاسلام بزدوی کا (بھی) پسندیدہ مذہب یہی ہے اور (جبکہ) جمہور محققین نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ ایمان دل سے تصدیق ہے اور اقرار صرف دنیا میں اجراءِ احکام کے لیے شرط ہے۔"

---

1 الموسوعة الميسرة 2۔1154

2 شرح العقائد النسفية:ص 126 طبع بمبئى

عقائد نسفیہ کی عبارت[والإيمان لا يزيد ولا ينقص] ''اور ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم۔'' کی شرح میں علامہ تفتانی راقم ہیں:

فههنا مقامان: الأول أن الأعمال غير داخلة في الإيمان لما مرمن أن حقيقة الإيمان هوالتصديق[1]

''پس یہاں دو مقام ہیں: پہلا مقام یہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ یہ بات (پہلے) بیان ہو چکی ہیں کہ حقیقت ایمان تصدیق ہی ہے۔''

پھر اس پر مزید بحث کے بعد دوسرے مقام کو بیان فرماتے ہیں:

المقام الثاني أن حقيقة الإيمان لا تزيد ولا تنقص لما مر من أنه التصديق القلبي الذي بلغ حد الجزم والإذعان وهذا لا يتصور فيه زيادة ولا نقصان حتى أن من حصل له حقيقة التصديق فسواء أتى بالطاعات أوارتكب المعاصى فتصديقه باق علىٰ حاله لا تغير فيه أصلا [2]

''دوسرا مقام یہ ہے کہ بلا شبہ حقیقتِ ایمان نہ زیادہ ہوتی ہے اور نہ کم، کیونکہ یہ (بات پہلے)بیان ہو چکی ہے کہ ایمان وہ تصدیق قلبی ہے جو یقین اور تسلیم کر لینے کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو، اور اس میں زیادتی اور کمی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا حتیٰ کہ جس کو یہ حقیقت تصدیق حاصل ہو جائے پس (اس کے لئے) یکساں ہے کہ وہ نیک اعمال بجالائے یا گناہوں کا ارتکاب کرے،

1 شرح العقائد النسفية:ص128
2 ایضاً :ص 128

پس اس کی تصدیق اپنی حالت پر باقی رہنے والی ہے، اصلاً اس میں کوئی تغیر (واقع) نہیں ہوگا۔"

ناقص الایمان مؤمن

ایک طرف تو آپ نے مرجئہ فقہا، جہمیہ، کرامیہ اور ماتریدیہ کے ایمان کے بارے میں مذکورہ بالا رجحانات کا مطالعہ کیا۔ آیئے دیکھیں کہ اہل السنّہ والجماعۃ کے نزدیک گناہ گار مسلمان کا ایمان کس حالت میں ہے۔ چنانچہ اہل السنّہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب مؤمن ناقص الایمان ہے۔ آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے اور وہ اَبدی جہنمی نہیں ہے، البتہ خوارج اور معتزلہ کے نزدیک یہ ابدی جہنمی ہے۔ اس کے نیک اعمال کا ثواب ضائع ہو جائے گا اور نبی ﷺ کی شفاعت بھی اس کے لیے کارگر ثابت نہیں ہوگی۔ البتہ خوارج اسے کافر کا نام دیتے ہیں اور معتزلہ فاسق کا، رہے مرجئہ تو وہ ان کے برعکس ہیں۔ موسوعہ المذاہب میں ہے:

إن مرتكب الكبيرة عندهم مؤمن كامل الإيمان ولا يضر إيمانه معصيته بل قال غلاة المرجئة: أنه لن يدخل النار من أهل التوحيد أحد مهما ارتكب من ذنوب وخطايا[1]

"کبیرہ گناہ کا مرتکب ان (مرجئہ) کے نزدیک مؤمن کامل الایمان ہے اور اس کی

1 الموسوعة الميسرة:2ـ1138

معصیت اس کے ایمان کو نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ غالی مرجئہ نے کہا کہ اہل توحید میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا خواہ جو بھی گناہ اس سے سرزد ہو جائیں۔"

امام ابن تیمیہ راقم ہیں:

فقالت المرجئة جهميتهم وغير جهميتهم هو مؤمن كامل الإيمان وأهل السنة والجماعة على أنه مؤمن ناقص الإيمان[1]

"مرجئہ (خواہ) جہمیہ ہوں یا دوسرے (سب ہی) کہتے ہیں کہ گناہگار مؤمن ، کامل الایمان ہے اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ مؤمن ناقص الایمان ہے۔"

نیز اہل السنۃ اس بات پر متفق ہیں کہ گناہگار مسلمان میں کم از کم اس قدر ایمان تو موجود ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ ابدی جہنمی نہیں ہو گا۔ لیکن کیا اسے صرف مسلمان ہی کہا جائے گا اور مؤمن کا نام نہیں دیا جائے گا یا اسے مؤمن بھی کہا جائے گا؟ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

والتحقيق أن يقال: إنه مؤمن ناقص الإيمان، مؤمن بايمانه، فاسق بكبيرته، ولا يعطى اسم الإيمان المطلق[2]

"اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ یہ مؤمن، ناقص الایمان ہے اپنے ایمان کے سبب مؤمن ہے جبکہ کبیرہ گناہ کی وجہ سے فاسق ہے اور اسے ایمانِ مطلق کا نام نہیں دیا جائے گا۔"

1 الایمان لابن تیمیه :ص 278
2 الایمان لابن تیمیه:ص 190

اِیمان کے ناقص نہ ہونے کا سبب

مرجئہ کے نزدیک ایمان کے شے واحد ہونے اور مؤمن گنہگار کے ناقص الایمان نہ ہونے کے سبب کو امام ابن تیمیہ یوں بیان فرماتے ہیں:

قالت المرجئة على اختلاف فرقهم: لاتذهب الكبائرو ترك الواجبات الظاهرة شيئا من الإيمان إذ لوذهب شئ منه لا يبقى منه شئ فيكون شيئا واحدا يستوى فيه البر والفاجر[1]

"اپنے فرقوں کے اختلاف کے باوجود (سب) مرجئہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب اور واجبات ظاہرہ کا ترک ایمان میں کچھ بھی نقص و کمی پیدا نہیں کرتا کیونکہ اگر ایمان میں سے کوئی شئ کم ہو جائے (تو پھر) اس میں سے کوئی شئ باقی نہیں رہے گی پس ایمان شئ واحد ہے جس میں نیک و بد برابر ہیں۔"

کمال ایمان

امام آجری راقم ہیں:

لا يتم له الإيمان إلابالعمل[2]

"عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔"

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

1 ایضًا، صفحہ 176

2 الشریعہ: ص 125

ودلالة الشرع على أن الأعمال من تمام الإيمان لاتحصى كثرة[1]

"اعمال ایمان کو پورا کرنے والے ہیں (اس پر) شریعت کے دلائل اس قدر زیادہ ہیں کہ

کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔"

امام ابن تیمیہ ، مرجئہ جہمیہ اور غیر جہمیہ کی مسئلہ ایمان میں غلطی کی وجوہات کو بیان فرماتے ہوئے راقم ہیں:

أحدها: ظنهم أن الإيمان الذى فى القلب يكون تاما بدون العمل الذى فى القلب كمحبة الله وخشيته و خوفه والتوكل عليه والشوق إلى لقائه.

والثاني: ظنهم أن الإيمان الذي في القلب يكون تاما بدون العمل الظاهر وهذا يقول به جميع المرجئة[2]

"ان کا یہ گمان کرنا کہ عمل قلب جیسا کہ اللہ کی محبت، خوف، اس پر توکل اور اس کی ملاقات کے شوق کے بغیر ہی ایمان قلب مکمل ہے اور دوسری غلطی ان کا یہ گمان ہے کہ عمل ظاہری کے بغیر ہی دل کا ایمان مکمل ہے اور تمام مرجئہ اس کے قائل ہیں۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

فالسلف قالوا: هو اعتقاد بالقلب و نطق باللسان وعمل بالأركان، وأرادو بذالك أن الأعمال شرط فى كماله ومن هنا

1 الایمان :ص 118
2 الایمان:ص 285،286

نشأ لهم القول بالزيادة والنقص كما سيأتي و المرجئة قالوا: هو اعتقاد ونطق فقط، والمعتزلة قالوا: هو العمل والنطق والإعتقاد والفارق بينهم و بين السلف أنهم جعلوا الأعمال شرطا فى صحته والسلف جعلوها شرطا فى كماله[1]

"سلف نے کہا: (ایمان) دل سے اعتقاد، زبان سے اقرار اور عمل بالأرکان ہے اور اس سے ان کی مراد ہے کہ اعمال کمال ایمان کے لیے شرط ہیں اور یہیں سے (ایمان کے) زیادہ اور کم ہونے کا قول پیدا ہوا اور مرجئہ نے کہا: کہ ایمان صرف اعتقاد اور اقرار ہے اور معتزلہ نے کہا کہ ایمان عمل، اقرار اور اعتقاد ہے ان (معتزلہ) اور سلف کے درمیان فرق کرنے والی چیز یہ ہے کہ انہوں نے اعمال کو صحت ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے اور سلف نے اعمال کو کمال ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے۔"

خلاصۂ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہمیہ کے نزدیک ایمان رب تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور کفر اس سے جہالت کا۔ جبکہ شیخ البانی فرماتے ہیں:

المعرفة بالشئ لاتعنى الإيمان به[2]

"کسی چیز کی (صرف) معرفت (حاصل ہو جانے) سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کے

1 فتح الباری:1۔64

2 موسوعة الالبانی :4۔145

ساتھ اسے ایمان بھی حاصل ہو گیا ہے۔"

ماتریدیہ وغیرہ کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق ہے اور مرجئہ فقہا کے نزدیک ایمان، دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے جبکہ اہلسنت، سلف صالحین کے نزدیک ایمان اعتقاد، زبان سے اقرار اور عمل سے عبارت ہے اور جو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ البانی ان پر شدید نکیر اور تردید فرماتے ہیں۔[1]

مرجئہ کے نزدیک اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔ جبکہ سلف کے نزدیک اعمال ایمان کا جزء ہیں اور ترجمان سلف علامہ البانی کے نزدیک بھی اعمال ایمان کا جزء ہیں۔[2]

جہمیہ وغیرہ کے نزدیک اعمال قلوب بھی ایمان کا جز نہیں ہیں۔ جبکہ شیخ البانی کے نزدیک اعمال قلوب ایمان کا جز ہیں۔[3]

مرجئہ میں سے کوئی بھی اعمال کو کمال ایمان کے لیے شرط تسلیم نہیں کرتا۔ اور بعض حضرات کا یہ کہنا کہ "مرجئہ ایمان کے لیے مطلق اعمال کو شرط کمال قرار دیتے ہیں" انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

کیونکہ مرجئہ کے نزدیک تو ایمان شئ واحد ہے اس میں نیک و بد برابر ہیں، ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہی نہیں، گنہگار بھی کامل الایمان ہے نہ کہ ناقص الایمان لہٰذا ان کے نزدیک اعمال ایمان کے لئے شرط کمال کیونکر قرار پائیں گے؟

1 مقدمه شرح عقیده طحاویه لابن ابی العز:ص 57
2 الذب الاحمد للالبانی : ص 32، موسوعه الالبانی :4، 127
3 موسوعة الالبانی :4، 35

مرجئہ کے نزدیک ایمان میں کمی وبیشی نہیں ہوتی۔ جبکہ اہلسنت کے نزدیک ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے۔اور شیخ البانی فرماتے ہیں:

إننى أخالفهم مخالفة جذرية فأقول:الإيمان يزيد و ينقص وإن الأعمال الصالحة من الإيمان وأنه يجوز الإستثناء فيه خلافا للمرجئة[1]

"بلاشبہ میری ان (مرجئہ کے تمام فرقوں) سے بنیادی مخالفت ہے میں کہتا ہوں کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے، یقیناً اعمال صالحہ ایمان کا جز ہیں اور اس میں استثنا جائز ہے اور یہ (باتیں) مرجئہ کے خلاف ہیں۔"

1 السلسلة الصحيحه:7۔153

اِرجاکاالزام

لٰہذا بعض حضرات کی طرف سے سلف کے پیروکار ’ اہل السنّہ والجماعہ ‘ جن کے نزدیک ایمان قول وعمل سے مرکب ہے، اوراس میں کمی وبیشی ہوتی ہے، کو مرجئہ اور جہمیہ ہونے کا الزام دیناانتہائی لغوہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

قيل لابن المبارك ترى الإرجاء؟ قال أنا أقول: الإيمان قول وعمل و كيف أكون مرجئًا[1]

”عبداللہ بن مبارک سے کہا گیا کہ آپ اِرجاء (کاعقیدہ) رکھتے ہیں؟ تواُنہوں نے جواب دیا: میں کہتاہوں کہ ایمان قول وعمل ہے، لٰہذامیں مرجئہ کیونکر ہوں گا۔“

امام ابو محمد حسن بن محمد بن علی بن خلف البربہاری متوفی 329ھ فرماتے ہیں:

من قال: الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص فقد خرج من الإرجاء أوله وآخره[2]

1 السنة للخلال :2، 566 الرقم: 964

2 شرح السنة للبربہاری :ص 123 طبعه سابعه 1428ھ دارصمیعی،سعودی عرب،

”جس نے کہا کہ ایمان قول و عمل ہے، زیادہ اور کم ہوتا ہے، یقیناً وہ اِرجاء سے اوّل و آخر نکل گیا۔“

اسی لئے ناصر بن عبدالکریم العقل راقم ہیں:

أنه ليس كل من رمي بالإرجاء فهو مرجيء لاسيما في عصرنا هٰذا، فإن أصحاب النزعات التكفيرية وأهل التشدد سواء فمن كانوا على مذاهب الخوارج أو من دونهم من الذين يجهلون قواعد السلف في الأسماء والأحكام، أقول: إن أصحاب هذه النزعات صاروا يرمون المخالفين لهم من العلماء وطلاب العلم بأنهم مرجئة وأكثر ما يكون ذلك من مسائل الحكم بغير ما أنزل الله ومسائل الولاء والبراء و نحوها[1]

”ہر وہ شخص جس کی طرف اِرجا کی نسبت کی جائے، ضروری نہیں کہ وہ مرجئہ ہی ہو، خاص طور پر ہمارے اس زمانے میں (کیونکہ) تکفیری رجحانات کے حامل اور متشدد حضرات، خواہ وہ خوارج کے مذاہب پر ہوں یا ان کے علاوہ ایسے لوگ ہوں جو اسماء و احکام میں سلف کے اُصول و قواعد سے جاہل ہیں، ایسے رجحانات کے حامل حضرات اپنے مخالف علماء اور طالب علموں پر مرجئہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور یہ اکثر الحکم بغیر ما أنزل الله اور الولاء والبراء جیسے مسائل میں ہوتا ہے۔“

دوسرا نسخہ :ص 57

1 القدرية والمرجئة : ص 121

<u>یہ بھی صرف ان حضرات کے خاص ماہرانہ تحقیقی ذوق کا ہی کرشمہ ہے کہ جس نے عمل کو ایمان کا جز قرار دینے والے اور اس میں کمی و بیشی کے قائل جمہور آئمہ فقہ و حدیث کے اصل عقیدے اور کمزوری کو پہچان لیا ہے (بقول ان کے) اور صدیوں بعد سب سے پہلے یہ سعادت بھی کسی اور کے نہیں بلکہ اِن حضرات کے حصے میں ہی آئی ہے۔</u>

ابو عزیر عبد الالٰہ یوسف الجزائری صاحب اپنی کتاب "انحرافات د۔ صالح الفوزان فی مسئلة الایمان" میں امام ابن عبد البر کے تارکِ صلاۃ کی تکفیر کے متعلق اختلاف کو بیان کرتے ہوئے عدم تکفیر کے قول کی نسبت جمہور کی طرف کرنے کے قول کو ان کی کتاب 'التمہید'[1] سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

لقد انتسب إلى قول الجمهور الذي لهم وعك في اعتقادهم[2]

اعمال کو کمالِ ایمان کے لیے واجب قرار دینے کی وجہ سے ان جمہور آئمہ کو مرجئہ کہتے ہوئے اور مسمی ایمان میں کمال کو سرچشمہ بدعت قرار دیتے ہوئے موصوف راقم ہیں:

أنه أوجب الأعمال وجوبا كماليا وليس أصليا في مسمى الإيمان وهذا القول هو ينبوع بدعية شر الكمال في مسمى الإيمان[3]

"بے شک اس نے مسمی ایمان میں اعمال کو کمال ایمان کے لئے واجب قرار دیا ہے اصل قرار نہیں دیا، اور یہ قول مسمی ایمان میں بدعت کا سرچشمہ ہے۔"

1 التمہید: 4۔ 164 تحت حدیث ثان لابن شہاب عن سالم
2 انحرافات ڈاکٹر صالح الفوزان فی مسئلة الایمان: ص 16
3 ایضاً

نیز فرماتے ہیں:

ولا يعرف ذلك إلا الذكي المتمرس وليس الحاطب ـ وابن عبد البر ـ الموافق للجمهور وهم (مرجئة الفقهاء) في مسئلة الإيمان[1]

"اور اس کو صرف ذہین اور ماہر ہی جان سکتا ہے حاطب "لکڑیاں چننے والا" نہیں جان سکتا اور ابن عبد البر — جمہور کی موافقت کرتے ہیں اور وہ مسئلہ ایمان میں مرجئہ فقہاء ہیں۔"

اور ایک جگہ فخریہ انداز میں کہتے ہیں:

فظفرت بما جعلني اضرب به المثل هنا ووجدته يوافق المرجئة في معتقدهم صراحة لنظرة قاصرة كانت منه في الدليل والمدلول[2]

"میں یہاں اس کی مثال دیا کرتا تھا کہ وہ مرجئہ ہے اب میں اس بات کی دلیل پانے میں کامیاب ہو گیا ہوں کہ میں نے اسے مرجئہ کے عقائد میں صراحتا ان کی موافقت کرتے پایا ہے اس کی وجہ دلیل اور مدلول میں اس کی کوتاہ نظری ہے۔"

قارئین کرام! ہمارا مقصد یہاں تارکِ صلوۃ کے بارے میں کوئی حکم لگانا یا اس کو راجح قرار دینا نہیں ہے بلکہ ہم امام ابن عبد البر کا بیان آپ کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ وہ جمہور کون ہیں جن پر یہ حضرات مرجئہ ہونے کا الزام لگا رہے ہیں اور ان کی موافقت کا امام ابن عبد البر کو طعنہ دیا جا رہا ہے۔

---

1 ایضا: ص29

2 انحرافات ڈاکٹر صالح الفوزان فی مسئلة الایمان: ص 11

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

''امام ابو حنفیہ اور ان کے اصحاب کے سوا حجاز، عراق، شام اور مصر سے وہ تمام فقہاء جو اجتہاد و آثار سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں امام مالک بن انس، لیث بن سعد، سفیان ثوری، اوزاعی، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید قاسم بن سلام، داؤد بن علی، طبری اور وہ لوگ جو ان کے طریقہ کار پر ہیں، ان سب نے کہا کہ ایمان قول و عمل ہے، زبان سے اقرار، دل سے اعتقاد اور عمل بالجوارح جس میں سچی نیت کے ساتھ اخلاص بھی ہو، انہوں نے کہا کہ ہر وہ فرض و نفل جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے، ایمان میں سے ہے۔ نیک اعمال کے ساتھ ایمان زیادہ ہوتا ہے اور گناہوں سے کم،

وأهل الذنوب عندهم مؤمنون غير مستكملي الإيمان من أجل ذنوبهم وإنما صاروا ناقصى الإيمان بإرتكابهم الكبائر

اور ان کے نزدیک گنہگار مؤمن ہیں البتہ گناہوں کی وجہ سے مکمل ایمان والے نہیں ہیں، وہ تو کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ناقص الایمان ہیں۔''[1]

امام ابن عبدالبر چند دلائل نقل کرنے کے بعد مزید فرماتے ہیں:

أوضح الدلائل على صحة قولنا: إن مرتكب الذنوب ناقص

1 التمہید لابن عبدالبر:4ہ159،156، الایمان از ابن تیمیہ :ص 259

الإيمان بفعله ذلك وليس بكافر كما زعمت الخوارج [1]

”یہ واضح دلائل ہیں ہمارے اس قول کی صحت پر کہ گناہوں کا مرتکب اپنے اس فعل کی وجہ سے ناقص الایمان ہے اور وہ کافر نہیں جیسا کہ خوارج کا گمان ہے۔“

اسلاف اور ائمہ دین کے درمیان تارک صلاۃ کی تکفیر کے متعلق اختلاف معروف تھا تو کیا امام احمد نے بھی اس بنا پر امام زہری، امام مالک، امام شافعی اور ان کے نظریہ کے حاملین کے اعتقاد پر اس طرح طعن کیا اور ان پر ایسے الزامات والقابات چسپاں کیے تھے؟ یقیناً جواب نفی میں ملے گا۔

حماد بن زید سے سوال کیا گیا:

من المرجئة؟ قال: الذين يقولون: الإيمان قول بلا عمل [2]

”مرجئہ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے عمل کے بغیر۔“

ابوالحارث کہتے ہیں:

وسئل أبو عبد الله وأنا أسمع عن الإرجاء ما هو؟ قال من قال: الإيمان قول فهو مرجئ . والسنة أن تقول: الإيمان قول و عمل، يزيد وينقص [3]

1 التمہید 4۔160 زیر حدیث دوم ، از ابن شہاب عن سالم

2 الایمان لابن تیمیہ: ص 202

3 السنة للخلال: 2۔ 566، الرقم: 964

”میں سُن رہا تھا کہ ابو عبد اللہ (امام احمدؒ) سے سوال کیا گیا کہ اِرجاء کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس نے کہا ایمان قول ہے پس وہ مرجئہ ہے (سلف کا) طریقہ یہ ہے کہ تو کہے کہ ایمان قول و عمل ہے، کم اور زیادہ ہوتا ہے۔“

امام ابو جعفر طبری فرماتے ہیں:

هذا الإسم فيمن كان من قوله الإيمان قول بلا عمل وفيمن كان مذهبه أن الشرائع ليست من الإيمان[1]

”یہ نام (مرجئہ) ان لوگوں کا ہے جن کا موقف ہے کہ ایمان قول ہے عمل کے بغیر اور یہ اُن کا (نام ہے) جن کا مذہب ہے کہ شرعی احکام و اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔“

البتہ خوارج اور معتزلہ، سلف کے زمانہ میں بھی اپنے مخالفین، اہلسنت والجماعت اور ان کے ائمہ و علما کو مرجئہ ہونے کا الزام دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ شیبان نے عبد اللہ بن مبارک سے کہا:

يا أبا عبدالرحمٰن! ما تقول فيمن يزني ويشرب الخمر ونحو هذا أمؤمن هو؟ قال ابن المبارك: لا أخرجه من الإيمان فقال: علىٰ كبر سن صرت مرجئًا. فقال له ابن المبارك: أن المرجئة لا تقبلني، أنا أقول: الإيمان يزيد والمرجئة لا تقول ذلك والمرجئة تقول حسناتنا متقبلة وأنا لا أعلم تقبلت منى حسنة؟ وما أحوجك إلى

1 تہذیب الآثار:2۔182

أن تأخذ سبورة فتجالس العلماء[1]

''اے ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مبارک) آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو زنا کرتا، شراب پیتا اور اس طرح کے کام کرتا ہے، کیا وہ مؤمن ہے؟ تو عبداللہ بن مبارک نے جواب دیا کہ میں اسے ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ تو اس نے کہا کہ آپ بڑھاپے کی حالت میں مرجئہ ہو گئے ہیں؟ تو عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کہ بلاشبہ مرجئہ مجھے قبول نہیں کریں گے (یعنی میرا کسی صورت بھی مرجئہ میں شمار نہیں ہو سکتا) کیونکہ میں کہتا ہوں کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے جبکہ مرجئہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ مرجئہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں (قطعی طور پر) قبول کا درجہ پانے والی ہیں جبکہ میں نہیں جانتا کہ میری نیکی قبول ہوئی (یا کہ نہیں)۔ تو (اس بات کا) کس قدر محتاج ہے کہ ڈسٹر پکڑ کر علما کی مجلس میں بیٹھے۔''

یہی وجہ ہے کہ آج جب اہل السنہ میں سے کوئی انکی مذمت کرتا ہے یا ان کی حقیقت کو مسلمانوں میں کھولتا ہے، تو اس کے جواب میں یہ تکفیری حضرات ان کو مرجئہ اور کبھی مرجئۃ العصر القابات سے نوازتے ہیں۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں، یہ ان کے آباء کا بھی وطیرہ رہ چکا ہے اور انہوں نے تو جمہور علماء اہل السنہ والجماعت کو بھی نہیں بخشا، علامہ البانی رحمہ اللہ، کہ جن سے وہ خود مسائل میں رہنمائی لیتے ہیں اور حدیث کی صحت بارے

1 مسنداسحٰق بن راہویہ :3،670 بحوالہ السلسلۃ الصحیحۃ :7،154، موسوعۃ الالبانی :4،151

جانتے ہیں ، مرجئہ و جہمیہ کی تہمت لگانے سے نہیں جھجکتے۔ اسی طرح آج اہل السنۃ جماعتوں اور ان کے علماء پر بھی مرجئہ ہونے کا بہتان لگایا جاتا ہے، باوجود اس کے کہ جماعت کا منہج اور علماء اس بات پر واضح ہے کہ اعمال جو ہیں وہ ایمان کا جزء لازم ہیں۔ لہذا ہر عاقل مسلمان کے سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے کہ عصر حاضر میں اہل السنہ پر جو مرجئۃ العصر کا جعلی فتوی لگائے جاتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے۔

ہم آخر میں اس سلسلہ کا اختتام اس مقولے سے کرتے ہیں:

جب امام شافعی رحمہ اللہ پر لوگوں نے رافضیت کا الزام لگایا تو انھوں نے اس پروپیگنڈے کے جواب میں یہ شعر کہا:

ان کان رفضا حب اٰلِ محمد

فلیشھد الثقلان انی رافضی

"اگر آل بیت کی محبت ہی کا نام رفض ہے،

تو اے جن وانس تم گواہ رہو کہ میں رافضی ہوں۔("الانتقاء لابن عبدالبر: ۹۱)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر تکفیر اصول وضوابط کے تحت کرنا، اور تکفیر کے بے لگام گھوڑے کو شریعت کے تابع کرنا مرجئیت ہے تو اے جن وانس گواہ ہو کہ ہم مرجیئہ ہیں۔

اللہ تعالٰی سے دعا گو ہیں کہ حق اور باطل میں فرق کو نکھار دے اور مسلمان مخلص نوجوانوں کو ان خوش نما گمراہیوں سے محفوظ فرمالے۔ امین!

آئمہ سلف،امام البانی رحمہ اللہ اور مرجئہ کے عقائد کا تقابلی جائزہ

دین اسلام اللہ تعالی کا پسندیدہ دین ہے اس کے بعد کوئی دوسرا دین نہیں آئے گا اس لئے اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے، ساری دنیا مل کر بھی اسے نہ تو بدل سکتی ہے نہ اس روشنی کو بجھا سکتی ہے۔

اس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالی نے ایسے انسان پیدا کئے جنہوں نے اس کے دین کو کتابوں اور سینوں میں محفوظ کیا اپنی زندگیاں اس کے لئے وقف کر دیں۔ محدثین کا ایک لمبا سلسلہ اور فہرست ہے ان محدثین اور علماء میں سے بیسوی صدی عیسوی کا ایک نام، علامہ ناصر لدین البانی رحمہ اللہ کا بھی ہے، انہیں محدث العصر کا لقب دیا گیا یہ ایک نابغہ روزگار انسان تھے ماضی قریب میں ان کی مثیل اور نظیر نہیں ملتی۔ خدمت حدیث کا جو کام اللہ تعالی نے ان سے لیا وہ ان کے زمانے کے دوسرے علماء میں سے شاہد ہی کسی اور کو نصیب ہوا ہو۔

خوارج کا جدید ایڈیشن:

عصر حاضر کے اہل تکفیر جو سید قطب کو اپنا امام مانتے ہیں ان کے نظریات وافکار میں خروج کی بو صاف طور پر محسوس کی جاسکتی ہے یہ حضرات مسلمانوں میں سب سے زیادہ سلف اور سلفیت کے مخالف اور دشمن ہیں ان کے برے برے نام رکھتے ہیں، بلکہ ان کو علماء ماننے سے ہی انکار کرتے ہیں اس کا ایک نمونہ یہاں پیش کرتے ہیں اسے غور سے پڑھیں: ''علامۃ الزمان جناب شیخ أیمن الظوہری مصری نے یہ کہا ہے کہ بن باز اور بن عثیمین سے اعراض کروتا کہ تمہارا فکر صحیح رہے اور اصل اطاعت ان مجاہدین کی کرو جو قربانی دیتے والے ہیں نہ کہ ان علماء کی جو درباری مولوی ہیں اور دین کے معاملے میں مداہنت کرنے والے ہیں۔''

ایک جاہل نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ حقیقی عالم دین یا تو وہ ہے جو جیل میں ہے یا پھر میدان جنگ میں، اس کے علاوہ ہم کسی کو عالم دین ہی نہیں مانتے۔ عالم کی اس بدعی تعریف کے مطابق جیلوں میں بند جورو، ڈاکوؤں اور لٹیروں کے لیے حقیقی عالم دین بننے کا سنہری موقع ہے بشرطیکہ وہ توحید حاکیت پر چند کتابیں پڑھ کر حکمرانوں کے کفر کے فتوے جاری کرنا شروع کردیں گے۔ اللہ ان لوگوں کو ہدایت دے۔ آمین![1]

[1] ۔ حوار مع اہل التکفیر قبل التفجیر ص: 2

علامہ البانی رحمہ اللہ اور ان کے ہم عصر علماء ابن باز، ابن عثیمین رحمہما اللہ، خاص طور پر ان کا ہدف اور نشانہ ہیں انہیں مرجیئہ اور معتزلہ کا لقب دیتے ہیں ان کے ایک شاگرد نے یہ ٹیبل لکھ کر واضح کیا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ اور مرجیئہ کے عقائد میں کوئی موافقت و مناسبت نہیں شیخ رحمہ اللہ اور سلف صالحین کے عقائد بالکل ایک جیسے ہیں یہ موازنہ آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے جو تعصب کی عینک اتار کر غیر جانبدارنہ غور و مطالعہ کرے گا پڑھیں تو حق اس پر واضح ہو جائے گا۔

ان شاءاللہ!

اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے۔

اقوال الشیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ	سلف صالحین کا عقیدہ	ارجاو مرجیئہ کی گمراہی
1۔ ایمان قول و عمل اور اعتقاد کا نام اور اعمال صالحہ حقیقت ایمان سے ہیں۔ (الذب الاحمد، ص:32-33)	ایمان قول و عمل اور اعتقاد کا نام اور اعمال صالحہ حقیقت ایمان سے ہیں۔ (مجموع الفتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ج: 7، ص: 171)	ایمان صرف قول و اعتقاد کا نام ہے اور بعض مرجیئہ کے نزدیک ایمان معرفت کا نام ہے جبکہ غالی مرجیئہ کے ہاں صرف قول و اقرار کا نام ایمان ہے۔ اور تمام مرجیئہ اس بات پر متفق ہیں کہ اعمال صالحہ ایمان میں داخل نہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ،ج:7،

		ص:194،ج:13،ص: 38)
2۔ اعمال ایمان کا حقیقی رکن ہیں۔ (مقدمہ شرح عقیدہ الطحاویہ ،ص :58)	اعمال رکن ایمان ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ،ج:7،ص : 364-472-506-581-616-672)	اعمال صالحہ ایمان کا نتیجہ ہیں جز نہیں چہ جائیکہ وہ اعمال ایمان کا رکن ہوں ۔ (مجموع الفتاویٰ ،ج:7، ص:204)
3۔ ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحہ، ج:4، ص: 369)[1]	ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ،ج:3،ص: 151)	ایمان بسیط چیز ہے مرکب نہیں ذو اجزاء نہیں لہذا جب کچھ ایمان ختم ہو گا،تو کل (سارے کا سارا)ایمان ختم ہو جائے گا۔ (مجموع الفتاویٰ،ج: 12، ص:474-475)
4۔ ظاہر و باطن میں موافقت ضروری ہے (یعنی اعمال قلوب اور اعمال جوارح (اعضاء) یکساں ہوں)	ظاہر و باطن میں موافقت ضروری ہے(یعنی اعمال قلوب اور اعمال جوارح (اعضاء) یکساں ہوں) (مجموع الفتاویٰ ،ج:7،ص: 186-187-585-616-642)	ظاہر و باطن میں موافقت ضروری نہیں بسااوقات کسی شخص سے حقیقی طور پر کفر اکبر صادر ہو جاتا ہے حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہوتا ہے۔

[1]۔اسلام کے پانچ ارکان ہیں توحید ورسالت کی گواہی کے سوا کوئی رکن ایسا نہیں جس کے (تارک) چھوڑنے والے یااس میں کوتاہی کرنے والے کواجماعی طور پر کافر(یعنی دائرہ اسلام سے خارج)قرار دیا گیاہے۔

(مقدمہ ریاض الصالحین، صفحہ،ل،ن)		(مجموع الفتاویٰ ،ج:7، ص:583)
5۔ ایمان و استثناء (یعنی انشاالله کہنا) جائز ہے ۔(یعنی یہ کہنا (انا مؤمن ان شاء الله) (السلسلۃ الضعیفہ، ج:6، ص: 152)	ایمان واستثناء(یعنی انشاالله کہنا) جائز ہے ۔(یعنی یہ کہنا (انا مؤمن ان شاء الله) (مجموع الفتاویٰ ، ج:13، ص: 40-47)	ایمان واستثناء(یعنی انشاءالله کہنا)جائز نہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص:429)
6۔ فاسق آدمی مسلمان ہے لیکن ایسے کمزور ایمان والا جس سے کفر کا اندیشہ ہے۔ (سلسلہ الضعیفہ، ج:1،ص: 212)	فاسق آدمی مسلمان ہے ۔ لیکن ایسے کمزور ایمان والا جس سے کفر کا اندیشہ ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج:3، ص:151-153،ج:23،ص:345-349)	بد ترین فاسق آدمی اور سب سے زیادہ پرہیز گار و مطیع و فرماں بردار آدمی کا ایمان ایک جیسا ہے۔[1] (مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص:679)
7۔ کفر کبھی دل سے کبھی زبان سے اور کبھی اعضاء سے ہوتا ہے ، کبھی تکذیب کی وجہ سے ، کبھی	[الکفر یکون باللسان و القلب والجوارح بانواعه المعروفته جمیعا] ”کفر اپنی تمام مشہور اقسام کے ساتھ کبھی زبان سے، کبھی دل سے	کفر کا تعلق صرف دل سے ہے کیونکہ ایمان بھی صرف دل سے تعلق رکھتا ہے(یعنی زبان اور اعضاء جیسے بھی کفریہ وشرکیہ اعمال کے

[1]۔ جیسا کہ بعض مرجئہ کا قول ہے” ایمان ابی بکر و ایمان ابلیس شئ و احد “ ابو بکر رضی الله تعالیٰ عنہ اور ابلیس لعین کا ایمان برابر ہے۔(کتاب السنه ،عبدالله بن احمد بن حنبل)

انکار کی وجہ سے، کبھی عناد کی وجہ سے، کبھی نفاق کی وجہ سے، کبھی اعراض کی وجہ سے اور کبھی شک کی وجہ سے۔[1] (التحریر لمسائل التکفیر) (سلسلہ الصحیحہ، ج: 7،ص: 134)	اور کبھی اعضاء سے ہوتا ہے۔" (مجمع اللجنۃ الدائمۃ ،ج:2، ص:3) (مجموع الفتاویٰ، ج:20، ص:98) (مدارج السالکین،ج:1،ص: 335-338لابن القیم)	مرتکب ہوں بندہ کافر نہیں ہوتا۔ (مجموع الفتاویٰ، ج:7، ص:547)
8۔ کفر کی دو اقسام ہیں ،کفر اصغر اور کفر اکبر ،اسی طرح فسق اور ظلم کی بھی دو اقسام ہیں۔ اس بارے میں سید نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کا قول تکفیری جماعت کی کمر توڑ دیتا ہے ۔ (السلسلہ الصحیحہ، ج:7،ص: 134 ، ج:6،ص112)	کفر کی دو اقسام ہیں ،کفر اصغر اور کفر اکبر ،اسی طرح فسق اور ظلم کی بھی دو اقسام ہیں۔ اس بارے میں سید نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کا قول تکفیری جماعت کی کمر توڑ دیتا ہے۔ (تعظیم قدر الصلوۃ للمروزی ، ج:2، ص:517)(کتاب الصلاۃ لابن القیم، ص:53-54)(فتح الباری لابن رجب، ج:1،ص:126)(مجلہ الدعوۃ (عدد 557)مقال الشیخ ابن باز رحمہ اللہ)	کفر کا تعلق صرف دل سے ہے۔ دیکھئے نمبر 7

[1]۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بے شمار شرکیہ اعمال پر اعتقادی تکفیر کے احکام لاگو کئے ہیں، جیسے قبروں کا طواف کرنا، غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا وغیرھما

9۔ نماز اسلام کے عظیم ترین اعمال سے ہے جو شخص اس کی فرضیت کا قائل ہو لیکن عملی طور پر تارک ہو تو راجح موقف کے مطابق وہ کافر نہیں اگرچہ اس کے کفر میں واقع ہونے کا اندیشہ ہے لیکن اگر وہ اس نماز کے خلاف تلوار اٹھائے گا تو وہ کافر و مرتد ہو گا۔ (السلسلہ الضعیفہ، ج:1، ص: 132) (السلسلۃ الصحیحہ ، ج: 7، ص:137)	نماز اسلام کا عظیم ترین عمل ہے لیکن جو شخص اس کی فرضیت کے اقرار کے با وجود اس کا تارک ہے تو اس کی تکفیر (کافر قرار دینے) میں علماء اہلسنت و محدثین میں اختلاف ہے ۔جب وہ اس کے خلاف تلوار اٹھائے گا تو ایسی صورت میں بالاتفاق کافر ہو گا۔ (مجموع الفتاویٰ، ج:7،ص :259،302،369۔ ج:2، ص:98،97۔ج:22،ص: 48)	نماز بھی دیگر اعمال کی طرح ایمان کا ثمرہ و نتیجہ ہے اور یہ ایمانی لوازم و اعمال میں شامل نہیں، نہ ہی اس کا تارک ایمان کی حد کمال سے خارج ہوتا ہے۔ (التمہید لا بن عبدالبر، ج:4 ،ص:242،243) (مجموع الفتاویٰ، ج:7، ص: 156،204)
10۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا یا اس جیسی کوئی اور گستاخی کرنا کفر اکبر اور نقلی طور پر ایمان کے منافی ہے۔ شرط اس جرم کا مرتکب شخص معتبر پائے جانے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا یا اس قسم کی کوئی اور گستاخی کرنا کفر اکبر اور نقلی طور پر ایمان کے منافی ہے شرط اس جرم کا مرتکب شخص معتبر پائے جانے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ (الصلاۃ و حکم تارکھا لابن القیم ،ص:53،54)	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا کفر نہیں علامت کفر ہے بلکہ بسا اوقات تو ایسا کفر اور حقیقی ایمان دونوں اکٹھے بھی ہو سکتے ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ،ج:7،ص :583،557)

خارج ہو جائے گا۔[1] (السلسلۃ الصحیحہ ، ج:7،ص: 134)		
11۔ صدق دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا اللہ کی مشیت سے بالا خر جہنم سے نجات پائے گا خواہ وہ بظاہر (عملی طور پر) اعمال کا تارک ہی ہے ایسا شخص ناقص الایمان ہو گا اور ممکن ہے اس میں ذرہ برابر اس سے (ایمان) کوئی چیز باقی نہ ہو۔ (حکم التارک الصلاۃ لابن القیم، السلسلۃ الصحیحہ، ج:7، ص:616؛ شرح العقیدۃ الطحاویہ ،	ایسا آدمی جو خلوص دل سے لاالہ الا اللہ پڑھتا ہو لیکن ظاہری اعمال کا تارک ہو تو ایسے شخص کی تکفیر میں علماء اہلسنت میں اختلاف ہے اور ان مسائل میں سب سے اہم مسئلہ نماز کو چھوڑنا ہے۔ (الدررالسنیۃ فی الاجوبۃ النجدیہ ، ج:1،ص:479) (من کلام الشیخ عبدالطیف بن عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ) اسی طرح ان اہل علم کا یہ قول بھی ہے کہ ہم دو اجتماعی چیزیں " توحید و رسالت کی گواہی" کے سوا کسی چیز کے ترک پر کافر قرار نہیں دیں گے۔ (الدررالسنیہ،ج:1،ص: 102) پر	ظاہری اعمال کا تارک کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا شخص کامل الایمان آدمی ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج: 18، ص:271) پھر ان میں اختلاف ہے کہ ایسا شخص جہنم میں جائے گا یا نہیں؟ غالی مرجئہ کے نزدیک ایمان کے ثبوت اور قول کے معتبر ہونے کے لئے قلبی ایمان شرط نہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص:486،297)

[1]۔ صرف اسی عمل کی بنا پر یہ شخص کافر قرار دیا جائے گا دیگر (کفریہ) اعمال کی طرح اس میں استحلال (حلال سمجھنا) کی شرط نہیں اس بارے میں استحلال کی قید لگانے والا بدترین غلطی کا مرتکب ہے جس طرح کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (الصارم المسلول ،ج:3، ص:960) میں قاضی ابو یعلی حنبلی کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا ہے(دیکھئے مجموع الفتاویٰ للشیخ ابن عثمین ،ج: 2،ص:154،155)

ص:333، (اس کتاب میں تو اس بارے ایک اہم اجماع بھی منقول ہے، دیکھئے ص:12)	یہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا فرمان مندرج ہے۔ (مجموع الفتاویٰ، ج:7، ص: 302 ذم الکلام للھروی ،ج: 2،ص:393)(اس مسئلہ پر ذم الکلام بڑی اہم کتاب ہے۔)	
12۔ تحکیم بغیر ماانزل اللہ کفر ہے اور جب یہ علمی ہو (اعتقادی نہ ہو) تو کفر اصغر ہوتی ہے جو دین سے خارج نہیں کرتی (اور یہ فسق کے ہم معنی ہوتی ہے) اور بسا اوقات یہ تحکیم کفر اکبر ہوتی ہے جو بندہ کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے جب وہ اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔[1] (دیکھئے التحذیر من فتنۃ التکفیر والسلسلۃ الصحیحہ ،ج:	جو تحکیم بغیر ما انزل اللہ اعتقادی طور پر حلال سمجھتے ہوئے کرتا ہے وہ کفر اکبر کا مرتکب ہے اور جو بغیر حلال سمجھنے کے یہ کام کرتا ہے تو یہ کفر اصغر ہو گا جو فسق کے ہم معنی ہے۔ (مجموع الفتاویٰ،ج:7، ص: 313و کتاب الصلاۃ لابن قیم، ص:53، 54)	تحکیم بغیر ما انزل اللہ ایمان کو کمزور کرنے میں کچھ بھی تاثیر نہیں رکھتی تحکیم کا مرتکب کسی بھی قسم کے کفر میں واقع نہیں ہوتا کیونکہ وہ کامل الایمان ہے، جو نہ کم ہوتا ہے نہ ہی زیادہ ہوتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص :363،364، ج:12، ص :471)

[1]۔اس کے معتبر ہونے کے لئے متبحر فی العلم علماء کے ہاں جو راجح قرائن ہیں وہی کافی ہیں جیسا کہ شیخ البانی نے التحذیر کے حاشیہ میں وضاحت کی ہے۔

		7،ص :134)
کفر صرف باطن (دل) میں ہوتا ہے کیونکہ عمل ایمان سے خارج ہے ،لہذا اعمال سے کفر واقع نہیں ہوتا۔ (مجموع الفتاویٰ ، ج:7، ص:560)	جو آدمی اعمال کا تارک ہو لیکن کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہو تو علماء اس کے کلمہ اور قلبی ایمان کے وجود کی بنا پر اس کو کافر قرار نہیں دیتے اور یہ اہل علم اور اہل السنہ الجماعۃ میں شامل نہیں، مرجئہ نہیں۔ (مجموع الفتاویٰ، ج: 7، ص :423،424، ج: 11، ص: 137)(مجلہ الفرقان (عدد 94) لقاء الشیخ ابن باز) مجموعی یا انفرادی اعمال پر گفتگو بے مقصد اور بے فائدہ ہے۔ (الاسئلۃ القطریہ للشیخ ابن عثمین رحمہ اللہ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام ابن ابی العز الحنفی اور امام ذھبی وغیر ہم اہل علم کے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ یہ اختلاف لفظی ہے۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ،ص: 333، مجموع الفتاویٰ، ج: 7،ص:297،395) سیر اعلام النبلاء،ج:9،ص: 436)	13۔ کافر وہی ہو گا جس کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کافر قرار دیں۔ (شھادتین) توحید و رسالت کی گواہی کا ترک یا قولا ، فعلا یا اعتقاداً، اس کی مخالفت کے سوا کوئی عمل ایسا نہیں جس کی بنا پر کسی کو حتمی طور پر وہ مرتد قرار دیا جاسکے۔ (السلسلۃ الصحیحہ ،ج:1،ص: 213، حکم تارک الصلاۃ لا بن القیم، ص:53،54) آخر میں شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل السنۃ والجماعۃ اور مرجئہ میں یہ اختلاف محض لفظی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ (العقیدۃ الطحاویہ یہ شرح و تعلق، ص:62،63)